لال دین اخگر

مجاہد تحفظ ختم نبوت

ہم اس غم کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔ جو حضرت امیر شریعت مرحوم کے ابدی فراق سے ہمارے دلوں میں پیدا ہوا ہے۔ جہاں تک رشتہ و پیوند کا تعلق ہے، شاہ جی مرحوم کے افراد خانہ کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ مگر ان کی نگاہ ناز کے گھائلوں کا شمار ممکن نہیں۔ مسلمان تو ہزار جان سے آپ کے حلقہ بگوش تھے ہی غیر مسلموں میں بھی لاکھوں آنکھیں ایسی ہوں گی۔ جو آج آپ کی وفات حسرت آیات پر خون کے آنسو رو رہی ہوں گی۔

اے ہمارے آقا:۔

دل وہ کیا جس کو نہیں تیری تمنائے وصال
آنکھ وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت ہی نہیں

ہم عام لوگ جو شاہ جی مرحوم کی حسین و جمیل صورت کے شیدا اور صرف ان کی سحر بیان کے دل و جان سے قائل ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم ان کی اس جدائی کو بڑی مشکل سے برداشت کر سکیں گے۔ مگر وہ حضرات جنھوں نے مجاہد ختم نبوت کو زیادہ قریب سے دیکھا، سفر و حضر اور قید و بند میں ان کی معیت کا شرف حاصل کیا۔ آج ان کے قلوب کی کیفیت کا نقشہ ہم سے مختلف ہے۔ ہمارے مخدوم و محبوب امیر شریعت حق یقین کی تمام شرائط کے ساتھ ان علمائے امت اور صلحائے ملت کے سرخیل تھے۔ جن کے حق میں خاتم الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی صادق آتا ہے۔ کہ

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

سید احرار حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو ہم پیغمبر نہیں کہتے۔ اور نہ ہی حسینؓ ابن علیؓ مانتے ہیں۔ مگر زبان مصطفے ﷺ کی روشنی میں یہ بھی کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں کہ پروردگار عالم نے جہاں باقی علماء خیر میں فکر و عمل کے لحاظ سے بنی اسرائیل کے نبیوں کی صلاحیتیں رکھیں ہیں۔ وہاں اس مجاہد ختم نبوت کو صدیقیت کے انوار، فاروقیت کی نگاہ خداداد، عثمانی جود و سخا، اور علوی شجاعت، حسنی تدبر اور سیاست معاویہ سے بڑی حد تک نوازا تھا ہم نہیں کہتے جائیے غیر مسلم دنیا سے پوچھئے کہ شاہ جی مرحوم لاکھوں کے مجمع میں اپنی خطابت کے سحر جلال سے قلوب و ارواح کو کس قدر مسحور کر لیتے تھے۔ قرآن حکیم کی ملکوتی اور فردوسی تانیں جب سامعین پر کیف و سرور کی بارش برساتی تھیں۔ تو ان کے دل بلاامتیاز مذہب و ملت، کتاب اللہ کی الہامی عظمت سے جھوم جاتے تھے۔

ہائے ہائے ۲۱ اگست کی شام۔ چھ بجکر چند منٹ پر ہم نے کیا گنوایا؟ ہم کس رہنما کی قیادت سے ہمیشہ کے

لئے محروم ہو گئے؟ ہم اس آسمان کے نیچے اور اس سرزمین کے اوپر اس عظیم المرتب خطیب کا بدل کب پائیں گے؟ کیا ہماری زندگی میں یا ہماری آئندہ نسلوں کے سامنے پروردگار عالم کی طرف سے کوئی انسان شاہ جی سا حسن و جمال، شاہ جی سا سحر خطابت، شاہ جی سی جرأت مؤمنانہ لے کر آئے گا؟ پھر اپنوں اور غیروں کو اپنی نگاہوں کا یوں شکار کرے گا۔ اور شاہ جی کی طرح دلوں پر حکومت کرے گا۔ یہ کچھ ایسے سوالات ہیں۔ جن کا جواب دینے سے ہم قاصر ہیں۔ بعض اوقات غم و اندوہ جنون و دیوانگی پر منتج ہوتے ہیں۔ خدائے علیم و خبیر کو ہی خبر ہے کہ اور کتنے شاہ جی منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے والے ہیں۔ لیکن ہم اندوہ رسیدہ خیالات اور زخمی جذبات کا کیا کریں۔ پھر خیال آتا ہے کہ لاکھوں انسان ارض ہند و پاک میں اپنی زندگی کے آخری دم تک جب شاہ جی مرحوم کا خیال کریں گے تو ان کے دل میں ایک ہوک اٹھے گی۔ جو روح کو لرزہ براندام کرے گی، جذبات کو نشتر فرقت سے مجروح کرے گی، اور آنکھوں کو اشک ہائے عنابی سے تر کرے گی۔ اور جب ہم جلسوں میں بیٹھ کر اوروں کے منہ سے وعظ سنیں گے تو یقیناً ہم کو شاہ جی کی الہامی آواز اپنی یاد دلائے گی۔

جب سامنے ساغر آتا ہے اک ہوک سی اٹھتی ہے دل میں
ساقی کی ادا یاد آتی ہے محفل کا خیال آجاتا ہے

ساقی کی ادا

اللہ! اللہ! شاہ جی کا وہ جلال خطابت، وہ لحن داؤدی، وہ حسن ملکوتی، وہ ہیبت غازیانہ، وہ فصاحت کی اثر آفرینی، وہ بلاغت کی دلربائی، وہ سامعین کا سراپا چشم و گوش بن کر شاہ جی کی تقاریر کا کئی کئی گھنٹے مستانہ وار جھوم جھوم کر سننا، وہ ظرافت کی چاشنی، وہ متانت کا دبدبہ، وہ تبسم و رقت کی ہم آہنگی، وہ آیات قرآنی کی شیریں تلاوت، وہ اشعار کی برجستگی اور جلال فسوں کاری۔ وا حسرتا۔ وا نصیبا! ہم اس حسینیؓ و حسنیؓ منظر سے محروم ہو گئے۔ گلابی چہرے پر زلفوں کی لٹک، ایک ہاتھ میں کلہاڑی، دوسرے ہاتھ کا اس ہاتھ پر ایک خاص انداز سے مارنا، گردن کا محبوبانہ طریق سے ہلانا، بیٹھے بیٹھے جوشِ خطابت سے کھڑے ہو جانا، ننگا سر اور گلے میں گیروی رنگ کا اسماعیلی پیرہن یا یوں کہیئے۔ کعبۂ شہادت کے حاجی کا جامۂ احرام! زبان پر مذہب و سیاست کے نکات و حقائق اور دل میں خاتم المرسلین ﷺ کے دین کی والہانہ محبت۔ سبحان اللہ نہ حاضرین سے مرعوب نہ حکومت کا خوف۔ بلکہ سی آئی ڈی والوں کی طرف اشارہ کر کے فرمانا۔

اکثرھم لا یعقلون۔(اکثر کم عقل ہیں)

اور پھر نہایت اطمینان سے مسکرا دینا۔ خدا شاہد ہے کہ شاہ جی مرحوم حریت کا مجسمہ تھے۔

مردِ حر محکم ز ورد لا تخف
ما بمیداں سر بجیب او سر بکف

ہاں ہاں۔ اے دورِ حاضر کے نوجوانو اور رسول ہاشمی ﷺ کی غلامی میں اپنی نجات کے متلاشیو! وہ کون تھا۔ جو

لاکھوں افراد میں بغیر تعارف سید وقائد نظر آتا تھا؟ اس کی آواز بھی شیر ژیاں کی گرج تھی۔ اس کی آنکھوں میں عقاب کی نگاہوں کی چمک تھی۔ وہ زندگی کے ہر لمحے میں ناموس مصطفےٰ کی حفاظت کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار تھا۔ جس کا عہد شباب تا عالم کہولت نو سال تک قید و بند میں گزرا تا کہ حضور اکرم ﷺ کی مکی زندگی کی پیروی کا حق ادا ہو سکے۔ انگریزوں کی سنگینیں، ظالمانہ سازشیں، خوف و دہشت کے گھناؤنے ماحول، مخالفوں کی معاندانہ حرکات، خفتہ مسلمان قوم کی بے حسی اور بے مروتی پر جلنا، ہمراہیوں کی کس مپرسی، خود غرضوں کی منافقانہ چیرہ دستیاں اور مخلصوں کا فقدان اس کو اپنے عزم محکم سے پیچھے نہ ہٹا سکا۔ فرمایا کرتے تھے۔

قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں! وہ طوفان میں ابھرنے والا وہ سیلابوں میں چلنے والا، اور چار دانگِ عالم کو آگ برساتے پا کر بھی باواز بلند پکارتا رہا۔

حادثو! کچھ بھی توقف نہ کرو آنے میں
ہم تو تیار ہیں ہر موجہ طوفاں کے لئے

ساتھی سہم جاتے مگر وہ ان کو یہ کہہ کر ابھارا کرتا!

موجوں سے جو کھیلنے والے ہیں وہ یہ بھی اشارہ کرتے ہیں طوفاں
ہی ڈبویا کرتے ہیں طوفاں ہی ابھارا کرتے ہیں

ہم نے شاہ جی کی فطرت کو جس قدر خطر پسند پایا اس کی نظیر قرون اولیٰ کے سوا بہت کم ملتی ہے۔ ان کا ضمیر ان کو ہمیشہ ہی کہتا رہا۔

اے ذوقِ اذیت مجھے منجدھار میں لے چل
ساحل پہ کچھ اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

المختصر! آج ہمارے محبوب شاہ جی اپنی آخری آرامگاہ میں محو استراحت ہیں مگر ہم کو یقین کامل ہے کہ خاکِ قبرش از من و تو زندہ تر!

آئیے۔ اب عالم محویت میں آنسو بہالیں۔ اہل دل کو جتنا خاموشی سے آنسو پینے اور بہانے میں مزا ہے۔ باتوں میں نہیں۔